

MTA کے پروگرام بنانے کے لئے ہدایات بے تکلفی

اور سادگی سے نافع الناس پروگرام بنائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 1994ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد و توعذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آج کے خطبے میں مسلم ٹیلی و ویژن احمدیہ سے متعلق چند امور جماعت کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ نئے سال سے کچھ پروگرام میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور کچھ نئے پروگرام داخل کئے جا رہے ہیں۔ ان کے متعلق جماعت کو اطلاع دینا بھی ضروری ہے اور جماعت پر جو تعاوون لازم آتا ہے اس کی طرف بھی توجہ دلانی مقصود ہے۔

پہلے پاکستان میں بارہ گھنٹے روزانہ کا ٹیلی و ویژن پروگرام چلتا تھا اور بہت سے لوگوں کا خیال تھا اور درست تھا کہ پاکستان کے حالات میں بارہ گھنٹے کی ضرورت نہیں ہے اور بہت سا وقت ہمیں مجبوراً بھرنا پڑتا ہے اور اس وقت دیکھنے والے بہت کم ہوتے ہوں گے۔ دوسرا طرف یہ تکلیف کا احساس تھا کہ چونکہ دل چاہتا تھا کہ یہ پروگرام ضرور دیکھیں اس لئے ہر وقت فکرگی رہتی تھی کہ پیچھے پتا نہیں کیا پروگرام ہوں گے۔ ہم دفتروں میں یا سکولوں یا کالجوں میں بیٹھے رہے اور ٹیلی و ویژن اس دوران جاری رہا۔ تو ان کی وضاحت کے لئے میں ایک دفعہ وہاں لکھ بھی چکا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ بارہ گھنٹے ہمارے لئے ضروری تھے اگر ہم بارہ گھنٹے اس وقت نہ لیتے تو وہ سیارہ جس پر جماعت احمدیہ کی پاکستان، ہندوستان وغیرہ کی ضرورت پوری ہو سکتی تھی اور با احسن پوری ہو سکتی تھی اس کے اور

بہت سے گاہک موجود تھے اور بعض ہندوستانی کمپنیاں تو بہت بڑی بڑی قیمتیں دے کر اس سیارے پر آنا چاہتی تھیں کیونکہ ان کے علم کے مطابق بھی یہی اس علاقے کے لئے بہترین تھا۔ اگر ہم چوبیں گھنٹے کا لیتے تو فی گھنٹہ کے حساب سے کچھ کم ملتا لیکن بہت بڑا وقت ہمارے ہاتھ سے ضائع ہو جاتا اور ہمارے کام نہ آتا۔ تو بہت گفت و شنید کے بعد بارہ گھنٹے والا وقت ہمیں میرا آیا اس سے کم ممکن نہیں تھا کیونکہ اگر کم کرتے بھی تو فی گھنٹہ قیمت بہت بڑھ جاتی اور پھر دوسری کمپنیاں نتیجے میں داخل ہو جاتیں اور اس کے نتیجے میں پھر ہر وقت رسہ کشی جاری رہنی تھی اور جو زیادہ پیسے دیتا وہ وقت پر قبضہ کر سکتا تھا۔

ہندوستان کی کمپنیوں کو اس لئے موقع نہیں مل سکا کہ وہ جس رفتار پر، جس طریقے سے پیسے دینا چاہتی تھیں وہ یورپین کمپنیوں کو منظور نہیں تھا۔ تو باوجود مقابلے کے اور ان کے بہت زیادہ پیسے دینے کے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام لکھوا دیا لیکن بارہ گھنٹے سے کم اگر خریدتے تو کمپنیوں کو ہم میں دلچسپی نہ رہتی۔ یہ مجبوریاں تھیں جن کے پیش نظر یہاں فیصلہ کیا گیا اور جب بارہ گھنٹے ملے تو انہیں بھرنا تھا بہر حال کسی طریقے سے۔ تو زیادہ تر پرانے ہمارے جو پروگرام ہیں ان سے ہی استفادہ ہوتا رہا کیونکہ نئے پروگرام بنانا ایک بہت ہی مشکل کام ہے اور اس کے لئے جتنا روپیہ چاہیے، جتنی علمی اور تجرباتی ضرورت ہے، اکثر جگہ اس کا فقدان ہے۔ پس بعض دفعہ اتنے پرانے پروگرام بار بار دکھائے گئے کہ بعض لوگوں نے اس پر لکھا بھی کہ یہ تو پھر بہت زیادہ ہی پروگرام آرہے ہیں آپ کے کبھی سفید داڑھی والے، کبھی کالی داڑھی والے۔ صرف تنوع اتنا ہی رہ گیا ہے کہ کالی داڑھی کے بعد سفید داڑھی آجائی ہے، سفید کے بعد کالی آجائی ہے تو ان کو میں نے کہا کہ آپ ایک رنگ کی داڑھی والے پروگرام بنانے کے بھیج دیں، میں وہ چلوا دوں گا۔ ہیں ہی نہیں تو ہم کریں کیا اور جو پروگرام بنانا کر شروع میں بھجوائے گئے وہ بہت ہی بچکا نہ تھے اور ان میں نہ صرف یہ کہ جماعت کو دلچسپی نہیں ہوئی تھی بلکہ بعض جگہ ر عمل ہو سکتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے بعضوں نے اپنے اور اپنے بچوں کو دکھانے کے لئے پروگرام بنائے ہیں اور مطالبے تھے کہ ضرور دکھاؤ۔ تو وہ پروگرام جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں اگرچہ تنوع نہ ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا ضرورت سے زیادہ تسلسل ایک ہی بات کا پایا جاتا تھا لیکن ہر پروگرام اپنی ذات میں تعلیمی اور روحانی امور میں جماعت کے لئے مفید ضرور تھا اور بہت سے ایسے تھے جو پہلے جماعت نے نہیں دیکھے ہوئے تھے۔ بعض لوگوں کو نکرار دکھائی دیتی تھی لیکن

بعضوں کے لئے بالکل نئے تھے کیونکہ اس سے پہلے جو ویڈیو کا نظام تھا وہ بہت کم لوگوں کو دستیاب ہوا ہے۔ جماعت کی بھاری اکثریت اتنی غریب ہے کہ وہ ویڈیو اپنے گھروں میں رکھنے کی طاقت، ہی نہیں رکھتی۔ لیکن یہ جو عالمی ٹیلی ویژن کا نظام ہے اس میں اگرچہ امیر گھروں کو سہولت ہوگی کہ گھر میں بیٹھ کے دیکھ سکیں مگر جماعت کی طرف سے وسیع پیانا نے پرانتظام کرانے گئے کہ ایسے مرکز ہو جائیں کہ جہاں ہر شخص پہنچ کر ان سے استفادہ کر سکے۔

بہر حال یہ ایک بے سروسامانی کا آغاز تھا، شروع ہو گیا اللہ کے فضل سے اور رفتہ رفتہ تحریر بے بھی ہوئے، کچھ پروگرام بنانے کے بھی سلسلے لوگوں نے سیکھے اور دن بدن کچھ بہتری ضرور ہوتی رہی۔ اب تقریباً ایک سال گزر رہا ہے اور اس سال کے دوران جتنی تبدیلیاں پروگرام میں میں چاہتا تھا وہ اس لئے بیدا نہیں ہو سکیں کہ ہمارے پاس طوی ایسے کام کرنے والے میسر نہیں جو فن بھی جانتے ہوں۔ طوی کام کرنے والے تو بے شمار ہیں، اللہ کے فضل کے ساتھ ایک آواز دو تو بیسیوں گناہ زیادہ دوست خدمات پیش کر دیتے ہیں لیکن ایک فن کا کام ہے اس کے لیے مہارت بھی چاہئے، کچھ ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی چاہئیں، کچھ ذوق کے بھی تقاضے ہیں وہ پورا کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے وہ ذوق فطرت میں ودیعت ہی نہ ہوں تو محض علم سے بھی کام نہیں چلتا۔ پھر دینی علم کی بھی ضرورت ہے، دوسرے علوم کی بھی ضرورت ہے اور پھر تھوڑے پیسے میں اچھی چیز پیدا کرنا یہ خود ایک صلاحیت کا تقاضا کرتا ہے۔ تو یہ سارے مختلف حرکات اور موجودات ایسے رہے کہ جن کی وجہ سے جس رفتار سے میں چاہتا تھا کہ جماعت کے سامنے بہتر سے بہتر پروگرام پیش کیے جا سکیں وہ نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ اس سال کے دوران میں بعض جماعتوں کی طرف سے بار بار اپنی محرومی کی شکایت ہوئی مثلاً آسٹریلیا کی طرف سے بہت سے احمدی لکھتے رہے، دور دراز کے جزاً رفیعی ہیں، نیوزی لینڈ وغیرہ وہاں سے بھی توجہ دلاتی جاتی رہی کہ ہمیں کب شامل کریں گے تو ان کو بھی شامل کرنا تھا چنانچہ اس سال اللہ کے فضل سے ان کو بھی شامل کیا گیا۔ پھر امریکہ اور کینیڈا کا تقاضا تھا یعنی بحیثیت جماعت تو کینیڈا کا تھا لیکن انفرادی لحاظ سے امریکہ سے بھی بہت تقاضے آتے رہے کہ ہمارے لئے بھی روزانہ کا پروگرام بنایا جائے۔ افریقہ کے لئے بھی زیادہ وقت کے پروگرام کی ضرورت تھی۔ تو اس سال بہت بڑی توجہ پروگرام کو بڑھانے پر رہی اور اب خدا کے فضل کے ساتھ آج

تک کی جو رپورٹ ہے اس کے مطابق دنیا میں ہر جگہ اب خدا کے فضل سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام دیکھے جاسکتے ہیں اور اس کے لئے مختلف نوعیت کے ڈش انٹینا ز کی ضرورت ہے اور اس کے متعلق جماعت مختلف علاقوں کی جماعتوں کو اچھی طرح ہدایت دے دیتی ہے اور پھر ایسے ماہرین بھی تیار کئے گئے جو مختلف ملکوں میں جا کر ان کو تربیت دیں ”تیار کئے گئے“ کا لفظ غلط ہے، تیار ہوئے ہوئے اللہ کی طرف سے مل گئے۔ پاکستان سے بھی ملے اور ایک ہمارے جنوہ صاحب ہیں (حاجی جنوہ اللہ صاحب مرحوم) کے صاحبزادے، جو سرگودھا میں ہوا کرتے تھے (جو ماریش میں ہیں) وہ بھی اللہ کے فضل سے اس فن میں ایک طبعی ذوق رکھتے تھے اور بہت جلدی انہوں نے اس میں ترقی کی، اپنے آپ کو وقف کیا اور ان کو وہاں افریقیہ میں تربیت کے لئے بھجوایا گیا اس سے پہلے ڈش ماسٹر صاحب بھی افریقیہ گئے، وہاں تربیت دی۔

تو سب ایسی جماعتوں میں جہاں صرف تربیت کی کمی کی وجہ سے وقت نہیں تھی بلکہ روپے کی وجہ سے بھی وقت تھی یعنی اگر مارکیٹ سے جا کر وہ سامان خریدے جاتے تو جس قیمت پر ہمارے تربیت دینے والوں نے ان کو وہ اپنی بنیان مہیا کئے اور حاصل کرنے سکھا دیئے اس سے دس گنا، بعض دفعہ پندرہ گنا، بعض دفعہ بیس گنا زیادہ قیمت پر مارکیٹ سے وہ چیز ملتی تھی۔ تو اس پہلو سے ساری دنیا میں ڈش انٹینا لگانا اور ستائیں اس کو صحیح طریقے پر Install کرنے کی تربیت دینا یہ کام بھی خدا کے فضل سے ساتھ ساتھ جاری رہا اور ابھی جاری ہے لیکن چونکہ مقامی دوست بہت سے تیار ہو چکے ہیں اس لئے اب ہر ملک میں مرکزی نمائندے کو جانے کی ضرورت نہیں رہی اور یہ کام پہلی رہا ہے اور اس نے آگے بہت ابھی پہلینا ہے۔ ایک یہ حصہ تھا جس کی طرف توجہ رہی اور خدا کے فضل سے کافی حد تک جماعت کی عالمی ضرورتیں پوری ہوئیں لیکن ابھی تک کچھ وقت کے توازن کے لحاظ سے تسلی نہیں تھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پاکستان کوبارہ گھنٹے ملے ہوئے تھے اور یورپ کو عملاً اڑھائی گھنٹے روزانہ ملتے تھے۔

اس لئے اب غور فکر کے بعد اور اس میں وہی جموں صاحب کی محنت کا بہت دخل ہے، ان کو میں نے سمجھایا کہ اس طریقے پر پاکستان کا کچھ وقت کم کریں، یورپ کا وقت بڑھائیں اور اگر ضرورت پڑے تو امریکہ کا بھی وقت بڑھایا جائے اور آسٹریلیا وغیرہ کے لئے کیونکہ وہاں زبان کی

مشکل ہے اگر صرف تین گھنٹے رکھے جائیں تو انگریزی بولنے والے اور ااغڈ نیشنیں بولنے والے ان کے درمیان وقت کی تفریق ہو تو بہت تھوڑا وقت ہاتھ آتا ہے اور روزمرہ کے ضروری پروگرام بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اس پہلو سے سارے عالمی پروگرام کے اوقات کے تناسب کو درست کرنا ضروری تھا۔ تو آج میں جماعت کو مطلع کر رہا ہوں اللہ کے فضل کے ساتھ۔ کافی وقت کے بعد، کافی مشکلات کو عبور کرتے ہوئے آخر اللہ تعالیٰ نے معاملات ہمارے لئے آسان فرمادیے۔ مشکل صرف یہ نہیں تھی کہ زیادہ وقت کے لئے پیسے کہاں سے لائے جائیں اور ان کمپنیوں سے کس طرح معاملات طے کئے جائیں۔ کمپنیوں کے لئے بھی یہ وقت تھی کہ آگے ان کے پاس ان اوقات میں پہلے ہی Booking ہو چکی تھیں۔ مثلاً یورپ ہے۔ یورپ میں ہمارے پروگرام سے پہلے بھی بعض ایسے بڑے بڑے ان کے گاہک موجود تھے جن کو وہ ہماری خاطر ناراض نہیں کر سکتے تھے اور ہمارا پروگرام ختم ہوتے ہی پھر دوسرے ایسے گاہک موجود تھے تو ان سے ہم نے درخواست کی کہ آپ ہماری طرف سے نمائندہ بن کے ان لوگوں سے درخواست کریں۔ ان کو یہ نہ کہیں کہ ہم تمہارا پروگرام بند کر رہے ہیں، ان سے درخواست کریں ان کو کہیں ہم تمہیں فلاں وقت مہیا کر دیتے ہیں لیکن یہ جماعت کی مجبوری ہے تم ان سے تعاون کرو اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا کہ اس معاملے میں وہاں وہاں سے تعاون ملا ہے جہاں سے انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ محض ایک شریفانہ درخواست پر ان لوگوں نے بہت ہی شرافت کا نمونہ دکھایا اور اپنے پروگرام کو دوسرا جگہ پھینک کر جماعت کے لئے وقت مہیا کر دیا۔

پس اگلے سال سے یعنی جنوری سے انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان کا وقت بارہ گھنٹے سے گھٹا کر سات گھنٹے کر دیا گیا ہے اور اس میں ان کو کوئی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ اس سات گھنٹے کے اندر جتنے بھی پروگرام ہوں گے انشاء اللہ کوشش کریں گے اور میں ذکر کروں گا کہ آگے کیا پروگرام ذہن میں ہیں، سات گھنٹے میں اچھی رونق بھر دیں گے بلکہ بہت اہم تعلیمی پروگرام ان کو مہیا کئے جائیں گے۔ مگر اس وقت میں تو آپ کو صرف عالمی پروگراموں کے وقت کی تقسیم سے متعلق بتارہ ہوں۔ پاکستان کا وقت کیم جنوری سے انشاء اللہ بارہ گھنٹے سے گھٹا کر سات گھنٹے کر دیا جائے گا۔ یورپ کا وقت اڑھائی گھنٹے سے بڑھا کر ساڑھے پانچ گھنٹے کر دیا جائے گا۔ یورپ میں سب سے زیادہ ضرورت تھی ہم اسے اور بھی بڑھا سکتے تھے لیکن یہاں مشکلات کی قسم کی ہیں، صرف یہ نہیں کہ اس وقت دوسرے تعاون کرتے

ہوئے ہمیں وقت حاصل کرنے کی اجازت دیں بلکہ ایک خاص وقت پر آ کر قیمت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ آسمان سے با تین کرنے لگتی ہے۔ اب مثلاً پہلے یہاں چار بجے تک پروگرام ختم کر دیا کرتے تھے اب پانچ بجے تک پروگرام جاری رہیں گے اور وہ جو بعد کا ڈیر ڈھنڈہ ہے وہ اتنا مہنگا ہے کہ پچھلے سارے وقت کے برابر قیمت ہے۔ اس لئے جتنا آپ شام میں آگے بڑھتے ہیں اتنا ہی وقت مہنگا ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر ہفتہ اور تو اکواس پر بھی اضافہ ہو جاتا ہے تو جو قیمتیں طے کرنے کے فارموں پر بنے ہوئے ہیں ان کو نظر انداز تو نہیں کیا جاسکتا، ان پر ہمارا اختیار ہی نہیں ہے۔ مگر اس پہلو سے میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ساتھ یورپ میں یہ ساری دنیں طے ہو گئیں اور اڑھائی گھنٹے کی بجائے ساڑھے پانچ گھنٹے روزانہ کا پروگرام شروع ہو گا جو پانچ بجے تک جاری رہے گا یعنی ایک گھنٹے کی بجائے ساڑھے پانچ گھنٹے شروع میں پہلے ایک کی بجائے ساڑھے گیا رہ بجے کے بعد شام کو ملے گا اور ڈیر ڈھنڈہ شروع میں پڑیں گے اور پھر شین زبان ہے۔ اس کو بھی ایک مستقل اہمیت حاصل ہے۔ اللہ کے فضل سے رشیا میں دن بدن جماعت کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے اور نئے مشینز بن رہے ہیں تو اتنی بڑی ذمہ داری ہے اور اتنا بڑا یہ پروگرام بنانے والا حصہ ہے کہ جن لوگوں کو تجربہ نہیں ان کو اندازہ نہیں کہ ایک گھنٹے کا پروگرام بنانے میں کتنی محنت صرف ہوتی ہے اور کس طرح بار بار تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ پروگرام جو ہمارے بے ساختہ بن رہے ہیں وہ اور بات ہے لیکن جو معین بنائے جائیں اس پر بہت محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ اللہ کے فضل کے ساتھ اب ہر جگہ ٹیکمیں تیار ہو رہی ہیں وہ کریں گی انشاء اللہ۔ لیکن ابھی اس پہلو سے مجھے کمی دکھائی دے رہی ہے۔ میں اس کی طرف ابھی خاص طور پر توجہ دلاؤں گا۔ تو یورپ میں ساڑھے پانچ گھنٹے کا پروگرام روزانہ ہو گا اور مشرق بعید کے لئے تین کی بجائے ساڑھے پانچ یا چھ گھنٹے کا ابھی معین طنہیں ہوا، لیکن کم و بیش ان کا بھی دگنا ہو جائے گا۔ افریقہ اور امریکہ کے لئے ہم پہلے ہی چار گھنٹے روزانہ دے رہے ہیں،

میرا خیال تھا کہ اسے بھی چھ گھنٹے کر دیا جائے تاکہ تمام دنیا میں کم از کم چھ یا ساڑھے پانچ گھنٹے کے پروگرام یکساں ہو جائیں لیکن مشکل یہ ہے کہ امریکہ اور کینیڈا بھی تک اپنے تین گھنٹے کے پروگرام کو ہی جذب نہیں کر سکے۔ انہوں نے آگے وقت لینا ہے وہاں پروگرام بنانے ہیں اور پھر دوبارہ وہاں سے بھی پروگرام نشر کرنے ہیں یا کچھ اور بیچ میں شامل کرنے ہیں۔ تو اب جب ان پر ذمہ داری پڑی ہے تو ان کو سمجھ آئی ہے کہ کتنا مشکل کام تھا اور وہ تین گھنٹے سے زیادہ کی ابھی تک استطاعت نہیں رکھتے۔ تو جب وہ چار گھنٹے بھی استعمال نہیں کر سکے تو ان کو چھ گھنٹے دینے کا مطلب ہی کوئی نہیں تھا۔ جو چوتھا گھنٹہ ہے ہمارا وہ افریقہ کے زیادہ کام آتا ہے اور ان سے میں نے کہا ہے کہ افریقہ کے خصوصی پروگرام اس چوتھے گھنٹے میں رکھیں اور اس میں بھی اب یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ زیادہ وقت کی ضرورت ہے۔ مگر صرف افریقہ کے لیے اتنا بڑا خرچ کرنے کی ابھی استطاعت نہیں ہے یا ہے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ نسبتی طور پر استطاعت نہیں ہے۔

اس موقع پر وقت کے متعلق حضور نے ایک اصلاح کرتے ہوئے فرمایا: وہاں وقت کی یہ اصلاح آئی ہے جو طے ہوا ہے آخری۔ ابھی وہ وسیم جموں نے کنٹرکٹ سائن (Contract Sign) کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں یورپ کے لئے ساڑھے پانچ گھنٹے کا جو وقت ہے وہ ساڑھے گیارہ سے شروع ہو کر پانچ بجے تک ختم ہو گا مراد اس سے یہ ہے کہ انگلینڈ میں ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہو کر پانچ بجے تک رہے گا اور یورپ میں ساڑھے بارہ شروع ہو کر چھ تک رہے گا۔ اس لئے یورپ کا وقت، کیونکہ یورپ کمپنیوں سے ہمارے معاہدے ہیں وہ چھ تک پہنچانا بہت ہی مہنگے سکیل میں داخل ہو گئے ہیں ہم۔ چار بجے سے آگے بڑھ کر بلکہ تین سے چار تک بھی مہنگا ہو جاتا ہے، چار سے آگے تو پھر بہت مہنگا شروع ہو جاتی ہے تو ہمیں عملًا وہاں اڑھائی گھنٹے مہنگا یورپیں وقت خریدنا پڑا ہے تب جا کر یہ شکل نکلی ہے کہ انگلستان میں ساڑھے گیارہ سے پانچ تک اور یورپ میں ساڑھے بارہ سے چھ تک یہ کل ساڑھے پانچ گھنٹے کا پروگرام ہے۔

اب میں دوسرے بعض پروگراموں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ بہت سے علمی پروگرام ایسے جماعت کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں جو ابھی اپنی تنشیل میں مکمل نہیں ہو سکے اور جس حالت میں بھی ہیں وہ جماعت کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں لیکن ابھی پوری طرح سب دنیا کے

سامنے ایسی صورت میں پیش نہیں ہو سکے کہ ان سے حقیقی استفادہ ہو سکے۔ ان پروگراموں میں سے ایک پروگرام توزبانیں سکھانے کا پروگرام ہے، ایک پروگرام ہے قرآن کریم کی تعلیم کا۔ ایک پروگرام ہے ہمیوپیٹھک نظام سے متعلق تعارف، واقفیت، دواؤں کا تعارف اور روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے جماعت کی تعلیم۔

یہ جو پروگرام ہیں ان کے متعلق مجبوری یہ ہے کہ مجھے خود کرنے پڑ رہے ہیں اور یہ وجہ نہیں کہ مجھے کوئی شوق ہے کہ ہر پروگرام میں خود کروں بلکہ سخت وقت کی کمی کے باوجود مجبوراً کرنے پڑ رہے ہیں۔ مثلاً زبانیں سکھانے کا پروگرام۔ میں نے چھ مہینے انتظار کیا۔ مختلف ایسے دوستوں کے سپرد کئے جن کو میں سمجھتا تھا کہ ایسے پروگرام بنانے کی صلاحیت ہے، سمجھتے ہیں۔ لیکن باری باری بہت کوشش کی۔ سب کے سب نے ہتھیار ڈال دیئے کہ ہمیں نہیں سمجھ آ رہی کہ آپ کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ بغیر کسی دوسری زبان کے سہارے کے بڑے لوگوں کو ٹیلی ویژن کے ذریعہ زبان سکھائی جاسکتی ہے اور اس وجہ سے پھر آخر مجبوراً مجھے خود، جو میری سوچ تھی اس کو عمل میں ڈھال کر دکھانے کی توفیق ملے ہے اور یہ ہے بہت ضروری۔ اول تو یہ کہ ساری دنیا میں اردو کی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے اردو میں ہونے کی وجہ سے ازبس ضروری ہے اور پھر چونکہ خطبات بھی خلیفہ وقت اردو میں دیتا ہے اس لئے ترجموں کی بجائے اگر براہ راست سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اس کی دوسرے ترجمے سے کوئی نسبت نہیں رہتی یعنی ترجمے کی اس سے کوئی نسبت نہیں رہتی اور پھر اکثر دنیا میں جو تبلیغ کا انتشار ہوا ہے اس میں ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والوں کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی توفیق بخشی ہے اور ان کے لئے دوسری سب زبانیں سیکھنا بہت مشکل کام ہے اس لیے اگر دوسرے اس عرصے میں جو نواحمری ہوتے ہیں وہ اردو سیکھنے لگیں تو ان کے آپس کے روابط بڑھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے مافی اضمیر بتانے کی سہولت پیدا ہو جاتی ہے اور جماعت کی عالمی یک جہتی میں بہت مفید ہے تو اس لئے مجبوراً یہ کام مجھے کرنا پڑا اور اردو میں اب ہمارے جو سبق ہیں یہ جاری ہیں۔ اب تک تقریباً تمیں سبق ہو چکے ہیں اور غالباً ابھی باقاعدہ ان کا اجر نہیں ہوا سب ملکوں میں۔ وجہ اس کی ہے جو میں ابھی سمجھاؤں گا آپ کو۔ یہ جو تمیں سبق ہوئے ہیں ان میں ایسے دوست شامل ہیں جن کو اردو کی الفباء بھی نہیں آتی تھی اور وہ سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان سے گفت و شنید ہو رہی ہوتی ہے

اور آپ حیران ہوں گے تیسویں سبق تک پہنچتے پہنچتے ماشاء اللہ اچھی اردو بولنے لگ گئے ہیں۔ سوال کرنے لگ گئے ہیں۔ لطفی سمجھتے ہیں اور پُر نماق گفتگو خود بھی کر لیتے ہیں لیکن ابھی بہت ابتدائی دور ہے۔ یہ بات تو قطعاً ثابت ہو گئی ہے کہ یہ نظریہ غلط نہیں تھا کہ ہم کسی اور زبان کے سہارے کے بغیر براہ راست ایک زبان کو سکھا سکتے ہیں۔ اس میں جو فوائد ہیں وہ ایک سے زیادہ ہیں۔ ایک تو فائدہ میں نے بار بار سمجھایا ہے پہلے بھی کہ جوز بان بچوں کو سکھائی جاتی ہے وہ بغیر کسی زبان کی مدد کے سکھائی جاتی ہے اور یہ قانون قدرت ہے، خدا نے قانون بنایا ہے، خدا نے طریقہ بنایا ہے اور اس سے بہتر دنیا میں طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انسان جتنا مرضی ترقی کر لے اس طریقہ سے بہتر کوئی طریقہ ایجاد نہیں کر سکتا۔ جاہل سے جاہل ماں بھی اپنے بچے کو اپنی زبان سکھانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور ہر زبان سکھانے کی انسان صلاحیت رکھتا ہے۔ تو اس طریق کو اپنا کر جوز بان سکھائی جائے اگرچہ اس میں محنت زیادہ ہے اور وقت زیادہ لگتا ہے، حتیٰ زبان بھی سیکھنے والے سمجھتے ہیں وہ ان کے سسٹم کا، ان کے اندر ورنی نظام کا حصہ بن جاتی ہے اور کسی ترجیح کے بغیر بے ساختہ ان کے ذہن میں وہ لفظ ابھرتے ہیں وہ محاورے ابھرتے ہیں جن کی ان کو کسی خاص صورت میں ضرورت پیش آتی ہے تو اس پہلو سے لازماً یہ بہترین طریق ہے۔

لیکن وقت کے لحاظ سے اگر مثلاً وہاں ہم جو بغیر دوسری زبان کے سہارے کے کوشش کرتے ہیں کہ بعض الجھے ہوئے معاملات سلیجوں جائیں اور کلاس کے طالب علم سب سمجھو جائیں وہاں بعض دفعہ دل چاہتا ہے فوراً انگریزی میں بتادیا جائے کہ یہ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ فوراً سمجھو جائیں گے لیکن انگریزی بولنے والوں کے لئے تو آسان ہو جائے گا لیکن وہ لاکھوں آدمی جن کو انگریزی نہیں آتی وہ کیسے سمجھیں گے اور جب جاپانی سکھا رہے ہوں گے آپ تو پھر کیا ہو گا جب چینی سکھا رہے ہوں گے تو پھر کیا ہو گا تو جو فوائد ہیں اس طریق کے وہ دوسرے طریق سے بہت زیادہ ہیں اور بہت ان پر حاوی ہیں۔ اب دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ ان سب پروگراموں کا مختلف زبانوں میں اس رنگ میں ترجمہ ہو کہ با قاعدہ اردو سمجھ کر ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ جس طرح طالب علم اردو سیکھ رہے ہیں ترجمہ کرنے والا جو سمجھ رہا ہے وہ اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کرے۔ یعنی اس کو ترجمہ کہنا شاید سو فیصد درست نہیں ہے۔ وہ وہی مضمون جو اس کے ذہن میں ابھرتا ہے جو اردو سیکھنے والے طالب علم کے ذہن میں اس وقت

ابھر رہا ہے اس کو اپنے ذہن میں جما کر اپنی زبان میں اس کو بیان کرے۔ یہ طریق تھا جس پر مختلف اہل علم اور اہل زبان کو یہ ویڈیو بھجوائی گئیں اور ان سے درخواست کی گئی کہ جتنی جلدی ہو سکے کریں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ایک ہی پروگرام میں آٹھ زبانیں سکھادی جائیں یعنی اردو کے ساتھ عربی بھی ہو، انگریزی بھی ہو، فارسی بھی ہو۔ اگر فارسی کا ابھی وقت نہیں آیا مگر جمن وغیرہ الی زبانیں، فرنچ ہو، سپینش ہو۔ یہ حصہ ابھی پایہ تتمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ سب کی رفتاریں الگ الگ ہیں اور سب تحریب کرنے والوں کی صلاحیتیں بھی الگ الگ ہیں اس لئے جب بھی ہم یہ شروع کریں گے تو لوگ گھبرا کر سمجھیں کہ ادھویہ نا کام ہو گیا۔ یہ تجرباتی دور ہیں جن کے نتیجے میں ہم آئندہ بہتر پروگرام بنائیں گے۔ مرکزی بنیادی ڈھانچہ بہر حال تیار ہو رہا ہے۔ اس میں پھر اضافے ہوتے رہیں گے۔ اس کو آئندہ اور بھی کئی نئے نقوش عطا کئے جاسکتے ہیں۔ جو پروگرام کو زیادہ خوبصورت بنادیں۔ بعض لوگوں کو وجود قسمیں تھیں وہ مجھ سے رابطہ رکھتے رہے اور ان کو جب سمجھایا تو ان کو بات سمجھ آگئی۔ مثلاً ایک ہمارے نوید مارٹی صاحب جو فرنچ ہیں بہت تعلیم یافتہ آدمی ہیں اور خود مسلمان ہوئے اور روایا کے نتیجے میں ایک نہیں ایک سے زیادہ روایا کیکھیں اور ان کی شادی ہبہ النور صاحب جو ہمارے امیر جماعت ہالینڈ ہیں ان کی بیٹی سے ہوئی ہے اور وہ ڈچ بولنے والی ہیں لیکن کچھ اردو کی شدھ بدھ بھی رکھتی ہیں۔ انہوں نے مجھے دو تین خط لکھے کہ میں ترجمہ کر رہا ہوں یا دوبارہ اسی پروگرام کو اپنی زبان میں بھر رہا ہوں لیکن کچھ دقتیں ہیں بعض باتیں آپ ایسی کہہ جاتے ہیں کہ ان کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا تو اس صورت میں میں کیا کروں اور بھی کچھ دقتیں بتائیں۔ ان کو میں نے سمجھایا کہ ایسے حصے بعض دفعہ ہم ادھر ادھر کی کوئی اور بات شروع کر دیتے ہیں اس کو آپ بھول جایا کریں اس عرصے میں آپ اپنی طرف سے کچھ بھر دیں کیونکہ یہ لفظی ترجمہ ہو ہی نہیں رہا۔ یہ کوشش تو ہے کہ بغیر کسی دوسری زبان کے استعمال کے ایک زبان سکھائی جائے توجہاں تک آپ ہماری تصویروں سے استفادہ کر کے سمجھ سکتے ہیں وہ سمجھائیں۔ جو باقی وقت ہے اس میں دھرائی بھی ہو سکتی ہے، بعض نئی باتیں آپ داخل کر سکتے ہیں اپنی عقل سے کہ سننے والا طالب علم ان کو سمجھ سکے۔ تو کل ہی ان کا خط ملا ہے، بہت خوش ہیں کہتے ہیں اس وضاحت کے بعد اس سب دقتیں دور ہو گئی ہیں اب میں بڑی تیزی کے ساتھ پروگرام کو آگے بڑھا رہا ہوں لیکن نہ سب نے رابطے کیے ہیں نہ مجھے پتا ہے کہ کس کو کیا دقت ہے؟ اس لئے اللہ بہتر

جانتا ہے کہ جو پروگرام بنیں گے ان کی ابتدائی حالت کیا ہو گی مگر اس وقت تو مجھے یہ جلدی ہے کہ بنیں سہی۔ چاہے ناقص بنیں مگر جلد از جلد ٹیلی ویژن کی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیں کہ ایک پروگرام کے ساتھ سات مزید زبانیں سکھائی جائی ہیں یا سات مزید زبانوں میں دوسرے علوم عطا کئے جائیں ہیں۔ یہ پہلے کبھی نہیں ہوا آج تک دنیا کی انتہائی ترقی کے باوجود کسی کو یہ توفیق نہیں ملی۔ پس اپنی غربت کے باوجود جماعت احمدیہ اس ٹیلی ویژن کے قابلے میں بہت آگے قدم رکھ چکی ہے لیکن غریبانہ قدم ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ جب امریکہ کو یہ کہا گیا کہ آپ جو ہمیں شیشنا کے دے رہے ہیں یعنی امریکہ سے مراد وہ کمپنی جس سے ہم نے سودا کیا تھا اس میں سات اور زبانوں کی سہولت آپ نے رکھنی ہے تو ان کے ماہرین حیران رہ گئے کہ تم کیا کہہ رہے ہو یہ ہو کیسے سکتا ہے۔ اتنا بڑا امریکہ ہے یہاں کسی کو توفیق نہیں ملی کہ سارے چینلو بھر دیں، انہوں نے کہا آپ یہ کیا سوچ رہے ہیں ہم تو دیوانے اور قسم کے لوگ ہیں۔ آپ اس بات کو چھوڑ دیں کہ کیوں سوچ رہے ہیں۔ یہ ہو گا انشاء اللہ اور ہو کے رہے گا۔ ہم نے جو چینلو یعنی جو دیگر را ہیں مختلف زبانیں استعمال کرنے کی میسر ہوتی ہیں وہ سب استعمال کرنی ہیں انشاء اللہ۔ تو زبانوں میں تو یہ کام کافی حد تک آگے بڑھا ہے اور جب یہ سلسلہ شروع ہو گا تو پھر ہم اس کو بار بار دہرانا بھی شروع کریں گے تاکہ سننے والوں کے لئے وقت نہ ہو کہ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی اب میں واپس جاؤں۔ اب بیچارہ واپس کیسے جا سکتا ہے۔ ہر ایک کے پاس توریکارڈنگ کا انتظام نہیں ہے۔ تو ہم دہرائیں گے اور اتنی دفعہ دہرائیں گے بعد میں کہ جن کے پاس وہ ویڈیو یوریکارڈنگ کا انتظام نہیں ہے وہ بھی اطمینان سے بیٹھ رہیں ان کو ضرور انشاء اللہ آخر کار زبان کا گہرا مفہوم سمجھ آجائے گا اور محاورے جو شروع میں سمجھ نہیں آتے وہ دو چار دفعہ سننے کے بعد جو ڈہن پر نقش ہو رہے ہیں وہ ابھرتے ابھرتے جب سطح پر آتے ہیں تو انسان سمجھتا ہے ایک دم مجھے بولنا آگیا ہے حالانکہ وہ اس کی تہیں بٹھائی جا رہی ہوتی ہیں۔

اس سارے پروگرام کا مقصد یہی ہے کہ بچے کے ذہن پر جس طرح تہیں جماںی جاتی ہیں، نقوش جمائے جاتے ہیں۔ ہر کوشش کے وقت بچے کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہوتی لگتا یہ ہے کہ اس کے پلے کچھ نہیں پڑا لیکن وہ جب تہیں جلتی ہیں ایک خاص اونچائی پر جب پہنچتی ہیں تو وہ سطح کا نشس ذہن یعنی باشعور ذہن کے حصے سے تعلق رکھتی ہے اور وہ جو سب کا نشنس میں تیاری ہو رہی ہی ٹھی لاشعوری

حصے میں نقوش جم رہے تھے اس کی سطح اوپری ہوتے ہوتے وہ اوپر کی جو باشور سطح ہے اس میں اُبھر آتی ہے۔ جس طرح سمندر میں ٹیلے بنتے ہیں بعض دفعہ چھوٹے چھوٹے جانور بے چارے ان گنت تعداد میں مرتے ہیں اور وہ باریک باریک تھے بننی چلی جاتی ہے بعض دفعہ ایک ارب سال یا اس سے بھی زیادہ لگتا ہے لیکن آخر باہر نکل آتا ہے اور Coralline سارے اسی طرح بننے ہیں۔ تو انسان کو بھی خدا تعالیٰ نے بڑے صبر کے ساتھ تعلیم دی ہے۔ خدا کی ہر چیز میں صبر پایا جاتا ہے اور یہ بھی صبر والا حصہ ہے جنہوں نے بھی دیکھنا ہوگا ان کو باقاعدہ وقت دینا ہوگا اور صبر کے ساتھ دیکھتے رہنا ہوگا۔ یہاں تک کہ انشاء اللہ ان کو وہ زبانیں آجائیں گی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہمارے راویں بخاری صاحب ہیں، افریقہ سے پہلے وہاب صاحب تھے ان کو تو خیر آتی تھی مگر آڑو صاحب ہیں اور اسی طرح اور ہیں جن کو کچھ پتا نہیں تھا تو اللہ کے فضل کے ساتھ اچھی بھلی وہ گفتگو کرنے لگ گئے ہیں۔ براہ راست زبان سنتے اور سمجھتے ہیں، ذہن ترجمہ نہیں کرتا خود پتا چلتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے لیکن یہ ہے غریبانہ پروگرام۔ یہ میں آپ سے دوبارہ عرض کرتا ہوں جو کمپنیاں ایسے پروگراموں کے اوپر کھو کھھا ڈال ر خرچ کرتی ہیں وہ ہم چند پیسوں میں پورے کر رہے ہیں واقعۃ چند پیسوں میں۔ یعنی اندر بیٹھے، سمندر پر تو لے جا کر نہیں دکھاسکتے نہ میرے پاس وقت ہے۔ سمندر کی تصویر یہ دکھادیتے ہیں پتا تو لگ جاتا ہے اور بعض دفعہ طفیل بھی ہو جاتے ہیں تھیں۔ جب دکھانے پینے کی چیزیں اور برتنوں وغیرہ کے متعلق اور متفرق گھریلو چیزیں دکھانے کا پروگرام تھا تو میں نے ان کو کہا ہوا ہے پسے خرچ نہیں کرنے جماعت کے۔ اپنے گھروں سے کارکن لے آیا کریں چیزیں۔ تو نمونے کے طور پر میں اپنے گھر سے، میز سے سب ڈھیریاں اکٹھی کر کے لے جا رہا تھا تو مجھے یاد آیا کہ نمک دانی یا مرچ دانی کا برتن نہیں رکھا تو میں نے اٹھا کر جیب میں ڈالی، جگہ نہیں تھی اور اب وہ خیال تھا کہ پہلے نکال کر رکھ لوں گا وہاں بھول گیا جب باری آئی تو میں نے جیب سے نکالی تو اس پر کینیڈا سے میری بہن امتہ الجمیل کا احتجاج آیا یعنی احتجاج کوئی سختی کا نہیں تھا زمی اور پیار کا تھا کہ بھائی اب یہ تو نہ کریں کہ جیب میں ہاتھ ڈال ڈال کر نمک دانیاں نکالیں عجیب لگتا ہے۔ میں نے کہا ہم ہیں یہی عجیب لوگ۔ ہمارے پروگرام غریبانہ اور سادہ ہیں اور دنیا شرما تی ہو گی مجھے تو کوئی شرم نہیں۔ مجھے تو پتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے متعلق ہمیں اللہ نے خبر دی یہ کہ وَمَا آتَاهُم مِّنَ الْمُتَكَلِّفِينَ میں تو ضرورت کی چیزیں پوری کروں گا مجھے

تكلف نہیں ہے تو سارے احمدیہ ٹیلی ویژن کا یہ مزاج ہے کوئی تکلیف نہیں جو ضرورت ہے وہ پوری کرنی ہے اور بہت ہی غریبانہ طریق پر پوری ہوتی ہے مگر ہو جاتی ہے اور جہاں تک علمی فائدے کا تعلق ہے یہ زیادہ مفید طریق پر خدا کے فضل سے MTA علمی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔

ہومیوپیٹھک کے لیکچر ہیں جن لوگوں نے مختلف ملکوں میں سنے ہیں اور ہومیوپیٹھکی کا کام شروع کر دیا ہے ان کی طرف سے بہت ہی خوش کن اطلاعیں مل رہی ہیں اور وہ لکھتے ہیں بعض کہ ہمیں تو سکون مل گیا ہے زندگی میں۔ کہیں رات کے وقت بچہ بیمار ہوتا ہے کہیں بھاگے پھرتے تھے ڈاکٹر کو فون کرتے، کہیں اخراجات اٹھتے تھے، کہیں ویسے یہ مصیبت تھی اور پھر ہسپتا لوں میں ڈال کے وہ کئی کئی ٹیسٹ کرتے تھے اب ہم نے آپ کے بتائے ہوئے طریق پر ہومیوپیٹھک شروع کی ہوئی ہے اور اب ضرورت ہی نہیں رہتی باہر جانے کی۔ بعض مثالیں دیتے ہیں کہ فلاں بچے کو یہ تکلیف ہوئی یہ دوائی دی ٹھیک ہو گیا اور بعض دوسروں کا علاج شروع کر چکے ہیں۔ تو علاج کا جو فن ہے یہ بہت ہی اہم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو دینی علم کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔

العلم علمان علم الاادیان و علم الابدان علم تودہ ہی ہیں یادِ دین کا علم ہے یادِ نوں کا علم اور پرانے مفسرین نے اس کا ترجمہ طبی علوم کے طور پر کیا ہے۔ میں اس کو وسیع کرتا ہوں میرے نزدیک بدن میں صرف طب ہی نہیں بلکہ Matters کا علم جو ہے۔ سائنس، تمام وہ علوم جو میرزا سے تعلق رکھتے ہیں ان کو ایک طرف بیان فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اور وہ تمام علوم جو تصورات کی دنیا سے اور عقائد سے اور دین سے تعلق رکھتے ہیں ان کو علم الدین کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ تو ہم نے ہر چیز سکھانی ہے دنیا کو۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ غریب انسانیت کی شدید ضرورت ہے کہ اسے اپنا روزمرہ کی ضرورت کا ستنا علاج سکھایا جائے۔ اتنی تکلیف میں ہے دنیا کے تصور سے بھی رو گنٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غریبوں کی کیا حالت ہوگی؟ اپنے گھر میں جب کوئی بیمار ہواں وقت سمجھ میں آتی ہے کہ کیسے سارا گھر بے چین ہو جاتا ہے اور اللہ کا احسان ہے کہ ہومیوپیٹھک کے علم کی وجہ سے نہ مجھے باہر بھاگنا پڑتا ہے نہ بکوں کو جانا پڑتا ہے۔ ہر روز عام ضرورتیں خدا کے فضل سے پوری ہو جاتی ہیں۔ کبھی کسی Anitbiotic کی ضرورت نہیں پڑتی اور اگر ہمارے گھر نہیں پڑتی تو آپ کے گھر کیوں پڑے، ہم بھی تو ایک ہی چیز ہیں یعنی ہر احمدی کے گھر میں چاہتا ہوں کہ ویسا ہی سکون میسر آئے جیسا اللہ کے

فضل سے میرے گھر میں ہے اور سب جگہ ہم بغیر خرچ کیے اپنی ضرورتیں بھی پوری کریں اور ماحول کی ضرورتیں بھی پوری کریں۔ یہ گھر تک تو پھر فیض نہیں رہا کرتا پھر تو اس فیض نے پھیلنا ہی پھیلنا ہے اور اب سب دنیا میں ایسے مریض ہیں جو مجھ سے علاج کروار ہے ہیں اور ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ اب اپنے پاؤں پر کھڑے ہو، مجھ سے سیکھو اور خود اپنا بھی علاج کرو اور اپنے ماحول میں بھی غربیوں کا علاج کرو۔

یہ اتنا ہم ذریعہ ہے کہ اس کے ذریعے ہم انشاء اللہ اپنے روحانی انقلاب میں بہت مدد لے سکتے ہیں۔ یہ دعلم، دو گاڑی کے پھیلوں کی طرح اکٹھے چلیں گے۔ آپ دعوت الی اللہ کرتے ہیں، تربیت کے کام کرتے ہیں اس کے ساتھ آپ کو خدا تعالیٰ نے شفا کا علم عطا کیا اور شفا آپ کے ہاتھوں میں رکھ دی ہے۔ یعنی یہ اگر تصور میں پیش کر رہا ہوں انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔

یہ جو صورت حال ہے یہ تبلیغ کے اور دینی سفر کے معاملے میں بہت زیادہ مدد ہے اور ویسے بھی دھقی ہوئی انسانیت کے لئے یہ خدمت کرنا اس واسطے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر ہمیں چیز نہیں آ سکتا۔ وہ شخص جو حساس دل رکھتا ہوا اگر اس کے بچے یا بارہوں اس کو تکلیف ہو اور وہ دور کر لے اور باقی لوگوں کا کچھ نہ ہو تو اسے چیز کیسے آ سکتا ہے۔ بہت سے کہیں گے کہ ہاں آتا ہے یہی ہو رہا ہے۔ مگر میں جو بات کر رہا ہوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کے دل کی بات کر رہا ہوں۔ وہ دل اگر ہمیں نصیب ہو تو پھر چیز نہیں آ سکتا۔ اس کا دل پر کچھ پرتو بھی پڑ جائے تو چیز نہیں آ سکتا۔ اس لئے یہ پروگرام صرف احمد یوں کی سہولت کی خاطر جاری نہیں کیا گیا بلکہ تمام دنیا کی سہولت کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

امریکہ جیسے امری ملک میں یہ صحت کا نظام ایک اتنا ہم مسئلہ بن چکا ہے کہ اس پر حکومتیں بن سکتی ہیں اور ٹلوٹ سکتی ہیں اور ابھی جو کتنیں کو یعنی ان کی پارٹی کو ایک بھاری شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس میں دراصل صحت کے معاملے میں ان کی دخل اندازی تھی جو بعض دولت مندوں کو پسند نہیں آئی۔ انہوں نے اچھی کوشش کی تھی لیکن ان کی صحت بھی دولت مندوں کے قبضے میں جا چکی ہے اور بڑے بڑے مافیا بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کتنیں کو سبق سکھایا کہ خبردار جو ہماری کمائی کے ذرائع پر تم نے نظر ڈالی۔ ملک مرتا ہے تو مرتا پھرے ہمارے نظام میں تمہیں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ یہ ان کا ہما پیغام جو سب سمجھ رہے ہیں امریکہ والے، یہ کتنیں اور ان کی پارٹی کو دے دیا گیا۔ مگر ہومیو ٹیچنی کے

معاملے میں بڑے سے بڑا دولت مند بھی کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ایک غریبانہ علاج ہے اور ایک طوعی کوشش ہے صرف امریکہ کی جماعت کو یہ دیکھنا ہوگا کہ قانونی تقاضے ایسے پورے کرے کہ جس کے نتیجے میں وہاں مقدمہ بازیاں نہ ہوں اور جہاں تک میرا علم ہے اگر کوئی مفت علاج کی درخواست کرے اور ایسی تحریر قطعی حاصل کر لی جائے کہ میں ذمہ دار ہوں میرا مفت علاج کیا جائے تو پھر اس کو مقدمے میں نہیں سہیڑا جاسکتا اگر کوئی پیسے وصول نہ کرے۔ اس پہلو سے وہاں کے قانون کا مطالعہ کر کے جماعت امریکہ کو بھی، کینیڈا کو بھی آگے قدم بڑھانا چاہئے اور مجھے مطلع کرنا چاہئے کہ کس طریق پر ہم وہاں غریبوں کی خدمت کر سکتے ہیں کہ خدمت کرنے والوں کو خدمت کی جزا تو نہیں ملے گی نہ ہم اس کی توقع رکھتے ہیں، خدمت کی سزا انہ ملے۔ بعض ملکوں میں خدمت کی بھی سزا ہو جاتی ہے اپنے اپنے رنگ ہیں۔ اب امریکہ میں خدمت کی یہ سرماںی سکتی ہے کہ کوئی مریض اچھانہ ہو اس کی حالت بگڑ جائے تو وہ مقدمہ کردے مجھے دس لاکھ روپے اور تم نے میرا علاج کیا تھا اور اب میں اگر کہیں اور جاتا تو ٹھیک ہو جاتا۔ خدمت کی سزا میں نیک دل خدمت کرنے والوں کو کسی طریقے سے مل بھی جاتی ہیں۔ پاکستان میں اور رنگ ہے سزا کا۔ ڈاکٹر گئے خدمت کرنے کے لئے ان کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا کہ احمد یوں کو کیا حق ہے کہ وہ غیر احمد یوں کی صحبت کافر کریں اور ان کے علاج کی کوشش کریں تو جماعت کو قربانیاں بھی دینی پڑیں گی لیکن جن ملکوں میں قربانیاں دئے بغیر خدمت ہو سکتی ہے وہاں کیوں نہ بغیر قربانی کے خدمت کی جائے۔ نفس کی قربانی کافی ہے لیکن بغیر قربانی سے مراد ہے سزا کی قربانی کے بغیر۔ تو ان ملکوں میں قانون بہت آگے بڑھ چکے ہیں، پیچیدہ ہو چکے ہیں، اس لیے ایسے معاملات میں باقاعدہ ماہر فن سے مشورہ کرنے کے بعد ایک طریق کارٹے کرنا ہوگا اور یہ پروگرام تواب شروع ہو جائیں گے جن سے اتنا تو فائدہ ہوگا کہ لوگ ایک مہنگے ملک میں غریب احمدی اپنے علاج خود کر سکیں گے۔

اس کے علاوہ اب اور بھی بہت سے پروگرام ہیں جن کے متعلق میں جماعت کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ جلدی کریں اور اپنے اپنے ملکوں کے پروگرام بنائے بھیجیں لیکن جہاں تک مرکزی پروگراموں کا تعلق ہے جو میرے ذہن میں ہے جماعت کی تربیت کے لئے ان میں ایک پروگرام جواب عنقریب داخل ہو رہا ہے وہ کھانا پکانا ہے۔ کھانا پکانے کے متعلق آپ پروگرام دیکھتے رہتے ہیں مگر ان پروگراموں میں اور احمدی یہ پروگراموں میں وہی فرق ہوگا جو ہمارے ہر دوسرے پروگرام میں

ہوتا ہے۔ ہم گھری نظر سے ضرورت مند کی ضرورت کو مد نظر رکھ کر پروگرام بناتے ہیں اس پہلو سے غریبوں کے کھانے کا کوئی پروگرام نہیں ملے گا آپ کو ٹیکنی ویژن چاہے پاکستان کی ہو یا باہر کی ہو اگر کھانے کے پروگرام آتے ہیں تو ایسے ایسے امیرانہ ٹھاٹھ کے پروگرام آتے ہیں کہ بھاری اکثریت جو غرباء کی ہے ان بے چاروں کو صرف تکلیف ہی پہنچتی ہے یا امیر بڑے بڑے خزرے کر رہے ہیں پتا نہیں کیا کیا کھاتے پھر تے ہیں ہمیں تو برتن خریدنے کی بھی توفیق نہیں ہے۔

تو یہاں جو لجڑ کی ٹیکنی گئی ہے، لجڑ کی تو نہیں یعنی خواتین کی ٹیکنی گئی ہے، اس میں میری پچیاں بھی شامل ہیں ان کو میں نے دو تین ملاقاتوں میں اچھی طرح سمجھایا ہے کہ آپ بے شک شوق پورے کر لیں دوسرے کھانے بھی سکھائیں، مہنگے کھانے بھی سکھادیں مگر لازماً اس بات پر زور دینا ہے کہ غریب کے گھر کا بجٹ ملحوظ خاطر رکھ کر اس کو بتائیں کہ وہ اتنے ہی خرچ میں بہتر لذت کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ کھانے کا تعلق صرف دولت سے نہیں ہے کھانے کا تعلق ذوق اور سلیقے سے بھی ہے۔ امیر سے امیر گھر میں بھی اگر سلیقہ نہ ہو تو ایسے خونفاک کھانے لپکتے ہیں کہ صاحب ذوق کے لئے ایک مصیبت بن جاتی ہے۔ بوئیں چھٹی ہوئی اور کئی قسم کی مصیبتوں۔ اس لئے کھانا پکانے کا سلیقہ ٹھیک ہو جائے تو بعض دفعہ ایک معمولی قیمت کی چیز بھی بہت اچھی لگنے لگ جاتی ہے۔ ایسا کئی دفعہ ہوا ہے کہ ہمارے ہاں دال بھی پکی ہوئی تھی اور مچھلی یا مرغا وغیرہ بھی تھا لیکن میں نے دال ہی کھائی ہے۔ کوئی قربانی نہیں تھی، کوئی فقیرانہ انداز نہیں تھا بلکہ طبعاً مجھے اچھی لگ رہی تھی وہ اتنی اچھی تھی کہ اس کے مقابل پرنہ مرغا کام آ رہا تھا مچھلی کام آ رہی تھی تو انسان کو اپنے ذوق کے مطابق ہی کھانا کھانا چاہیئے اگر میسر ہو۔

اس طرح غرباء کو بھی ایسے طریقے سکھائے جاسکتے ہیں کہ ان کے مینو بنا سیں اس کے متعلق میں کافی ان کو باتیں بتاچکا ہوں کہ اس طرز کے مینو بنا سیں یہ چیزیں داخل کریں اور پھر کچھ نہیں تو روٹی اچھی پکانے کا طریقہ ضرور سکھائیں۔ روٹی کی مختلف قسمیں پکانی سکھادیں۔ کیونکہ میں نے تجربے سے دیکھا ہے بعض دفعہ شکار پر بعض دفعہ ویسے بھی، اگر روٹی اچھی ہو تو محض نمک مرچ اور پلٹا کر جو مزہ آتا ہے وہ بُرے پکے ہوئے سالن کے مقابل پر بہت زیادہ ہوتا ہے اور پیاز سے بھی بڑا مزہ آ جاتا ہے۔ چینیوں سے روٹی کئی دفعہ ہم نے کھائی ہے کچھ اور سالن نہیں کھایا جو اس کا لطف ہے وہ اپنا ایک لطف ہے لیکن روٹی اچھی ہونی چاہئے اگر روٹی بد مزہ ہو تو پھر سارا سالن بھی خراب ہو جاتا ہے۔ تو یہ

چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مگر ان کو ہمیں سمجھانا ہے اور اس سلسلے میں جماعت پاکستان سے خصوصیت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مختلف ٹیکس میں بنائیں مختلف غرباء کے گھر میں جائیں یہ دیکھیں کہ ان کے پاس روزمرہ پکانے کی ضرورتیں بھی مہیا ہیں کہ نہیں اور ان کے گھر کی اکانومی بنانے میں مددگار ہوں۔ ہماری تمام ذیلی تنظیمیں بعض علاقوں اپنے اپنے سپرد کر کے بعض جگہ چند ماؤں کے گھر بنائیں لیکن یہ لازم شرط ہے کہ روپے میں کے زائد استعمال کے بغیر ان کے بجٹ کے اندر ان کو صاف سترہ رہنے کا سلیقہ اور اپنے بجٹ کو مناسب طور طریق پر اس طرح بنانے کا سلیقہ سکھانا ہے کہ دال، کڑھی اور کئی قسم کی چیزیں، بزریاں ہیں ان کے شوربے وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں سکھائی جائیں۔ اب دال جب میں نے ان کو کہا کہ دال پر زور دیں یعنی دال کی مختلف قسمیں بھی سکھائیں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں مگر مجھے یہ بتایا گیا کہ پاکستان میں تو دال اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ اب یہاں میں کا نخرہ ہو گیا ہے تو میں نے کہا کہ آخر غریب کچھ تو کھاتے ہیں لیکن میں نے ان کو بتایا کہ آپ کا یہ اعتراض ویسے درست نہیں ہے کیونکہ دال میں ایک خوبی ہے کہ اسے جتنا پتلہ کرو پھر بھی مزید اڑھتی ہے۔ میں نے خود بُنگلہ دلیش میں ایک غریب احمدی گھر میں چاول اور دال اس طرح کھائے ہیں کہ بالکل پتلی دال تھی نام کا رنگ تھا لیکن نمک مرچ کی مناسبت کی وجہ سے ایک دو خوشبو نیں ڈالی ہوئی تھیں اس سے مزہ بہت اچھا تھا اور دال چاول کا اچھا یعنی مزیدار کھانا بن گیا تھا۔ تو عقل استعمال ہونی چاہئے سلیقہ استعمال ہونا چاہئے۔ ہم نے چیلنج یہ قبول کر لینا ہے اور اس چیلنج کا حق ادا کرنا ہے کہ دولت کی کی کے باوجود روزمرہ کے گھروں میں کچھ بنشاشت پیدا کریں۔ روزمرہ کے غریبانہ گھروں کے دستور میں کچھ بنشاشت کے سامان پیدا کر دیں۔ کچھ سہولت پیدا کر دیں وہ پیسہ ضائع کرنے کی بجائے اسے اچھے مصرف میں لے کے آئیں۔

جہاں تک دالوں کے مختلف پکانے کے طریق ہیں بعض تو آپ نے سنا ہو گا محاورہ ”یہ منہ اور مسور کی دال“ یعنی ایک نواب تھایا بادشاہ، وہ کہانیوں میں تو مختلف نام آتے ہیں اس نے ایک اعلیٰ فن دار باور چی سے اس کی اپنی مرضی کا کھانا پکانے کو کہا کہ لا کے دھاؤ پھر میں تمہیں نوکر رکھوں گا۔ اپنی مرضی کا جو تمہیں پسند ہے پکا کر لاؤ۔ اس نے مسور کی دال پکائی لیکن اس پر اتنا زیادہ دوسرا خرچ کر دیا۔ کچھ زعفران، کچھ دوسری چیزیں ڈالیں کہ جب وہ اس نے پیش کی تو نواب صاحب نے ابھی

چکھی ہی نہیں تھی کہ اتنے میں اس کا سیکرٹری یا مال کا منتظم بولا کہ سرکار آپ اس دال کی طرف نہ جائیں اس ظالم نے اتنا خرچ کروادیا ہے کہ بہت مہنگا ڈش بن گیا ہے۔ تو نواب صاحب نے اس پر ناراضگی کا انہمار کیا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ کہتے ہیں اس نے دال کا پیلا اٹھا کر باہر ایک ٹینڈ درخت تھا اس پر پھینک دیا اور کہا کہ ”یہ منہ اور مسور کی دال“، یعنی مسور کی دال کھانے والے بھی تو منہ ہونے چاہئیں تمہیں تو یہ بھی توفیق نہیں۔ کہانی میں لطیف کے طور پر بتایا جاتا ہے کہ وہ سوکھا ہوا درخت جہاں جہاں دال پڑی وہاں سے ہرا ہو گیا۔

تو کھانا پکانے کا سلیقہ ہوتا ہے یہ سلیقے سکھانے ہیں۔ سبزیوں کا موسم آتا ہے تو بعض سبزیاں بہت سستی ہو جاتی ہیں۔ ہٹ کر خریدیں تو عام سبزیاں بھی اتنی مہنگی ہوتی ہیں کہ ہاتھ نہیں پڑ سکتا۔ جب غریبوں کو آپ سبزیوں کا کہیں گے تو انہیں یہ بھی بتائیں کہ اچھے موسم میں، بھرے ہوئے موسم میں جب سبزیاں پھینکی جا رہی ہوں۔ اس وقت آپ خشک کر کے ان کو کس طریقے سے سنبھال سکتے ہیں کہ دوسرے وقت میں آپ کے کام آئیں۔ اس کا بھی ایک باقاعدہ پروگرام بناؤ کہ اس پر عمل درآمد کرانا ہوگا اور ماہرین کو اس میں محنت کرنی پڑے گی جو فوڈ کے ماہرین ہیں مثلاً کھانے کے فن سے تعلق رکھنے والے سائنس دان جماعت میں ملتے ہیں ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر مختلف سبزیاں کس طرح پیش کی جاسکتی ہیں۔ اب کریلے کہ اس طرح بھی پکایا جاسکتا ہے کہ سارا گھر کردا ہو جائے اور اس طرح بھی پکایا جاسکتا ہے کہ اس کے مزے سب موجود ہوں۔ کڑواہٹ صرف اتنی ہو کہ یاد رہے کہ کریلا ہے۔ تو یہ کیوں نہ سکھائیں، ہم سب کو چنیاں بنانی کیوں نہ سکھائیں۔ تو یہ وسیع پروگرام ہے جس پر عمل درآمد شروع ہو رہا ہے۔ اب ان کے ترجموں کی کچھ مشکل ہے۔

نہ ابھی تک ہومیو پیٹھک کی کلاسز کے پروگراموں کے ترجمے ہو سکے ہیں پورے، نہ روزمرہ کے گھنٹوں کے پروگراموں کے ایسے ترجمے ہو سکے ہیں کہ انہیں مستقل ہر زبان میں جاری کیا جاسکے۔ اس پروگرام کے ترجمے کی ضرورت پیش آئے گی پھر ان میں افریقان پروگرام بھی چاہئیں اور چائیز پروگرام تو یہاں ہی ہو جائیں گے لیکن افریقہ کے مختلف ملکوں کو یافار ایسٹ میں جو ہمارے احمدی چھیل رہے ہیں۔ جن ممالک میں ان کے کھانوں کے، انڈو نیشیا کے کھانوں کے پروگرام بھی ہونے چاہئیں۔ تو آپ سب لوگوں کو بہت کام کرنا ہے اپنے اپنے ملکوں میں پروگرام بنائیں اور وہ جھوٹاں

تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس ٹیلی ویژن کے پروگرام کو صرف دلچسپی کا موجب نہ بنائیں بلکہ بہت ہی مفید اور کارآمد پروگرام بنادیں کہ دشمن بھی مجبور ہواں ٹیلی ویژن کو دیکھنے پر۔

اس سلسلے میں امریکہ میں ایک جماعت میں ایک کام دے کے آیا تھا بھی تک مجھے اس کی اطلاع نہیں ملی ہمارے بھانجے ہیں مرزا مغفور احمد صاحب، ڈاکٹر ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ اب یہاں نیا تجربہ ہوا ہے کہ مثلاً کتنی کے کھیت ہیں ان میں ٹانڈول کو کھڑا رہنے دیا جاتا ہے اور چھلیاں اتار کر استعمال کر لیتے ہیں اور جب اگلا موسم آتا ہے کاشت کا، اس وقت تک وہ گل سرکرو یہی نیچے گر چکے ہوتے ہیں، صرف ایک ہل دیتے ہیں اور نینچ پھینک دیتے ہیں کوئی دوسرا ہل نہیں دیتے کوئی سہاگہ نہیں دیتے۔ اور اس کے باوجود وسیع پیمانے پر تجربے ہوئے ہیں کہ اوسط دوسرے طریق سے گری نہیں ہے۔ اب پاکستان جیسے غریب ملک میں اور ہندوستان جیسے غریب ملک میں اور بگلہ دیش جیسے غریب ملک میں جہاں ٹریکٹر کے اخراجات بے شمار ہیں وہاں اگر ان طریقوں کو نمونہ جاری کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں۔ یہی بحث کا اب وقت بھی نہیں ہے لیکن پوری طرح میں نے معاطلے کو سمجھ لیا ہے اور تحقیق کی ہے اور اس میں ایک حکمت ہے۔ ان سے میں نے کہا کہ آپ بنائیں پروگرام۔ ان فارموں کے زمینداروں کے پاس جائیں ان فارمز میں پہنچیں اور بنائے ہمیں بھجوائیں MTA کے لئے تاکہ پاکستان اور غریب ملکوں میں ایک نیا طریقہ کم قیمت پر اچھی کاشت کا سکھا دیا جائے اور یہ جو علاقے ہیں جن کی میں بات کر رہا ہوں یہاں اوسط پیداوار ستر من فی ایکڑ ہے ایک ہل کے ساتھ اور ہمارے ہاں دس دس ہلوں کے بعد بھی بکشکل تیس پنیتیس من تک پہنچتی ہے تو کہیں کہیں بہت بھی بڑھ جاتی ہے لیکن میں عموماً بات کر رہا ہوں اوسط تو تیس من بھی نہیں ہوتی۔

تو ایسے بہت سے دلچسپ پروگرام ہیں مختلف ملکوں میں جو تجربے ہو رہے ہیں۔ پانی کی بچت کیسے کی جاسکتی ہے۔ باغوں کو کس طرح بہت تھوڑے پانی میں عمدگی کے ساتھ پالا جاسکتا ہے۔ یہ سارے ایسے کام ہیں جن میں ہمارے کہیں بعض احمدی بھی ریسرچ کر رہے ہیں تو ان کو کہہ چکا ہوں ان کی طرف سے بھی آنے چاہئیں اور آپ سب کو دنیا میں جتنے احمدی جہاں جہاں بھی ہیں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جس کو وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مشترک کر کے اپنے فیض کو عام کر سکتے ہیں۔

یعنی جس علم میں بھی کوئی خاص بات دیکھیں جس میں دوسروں کو فائدہ ہو سکتا ہو اس کو عام کریں، اپنے تک نہ رکھیں اور اس شمن میں مرکزی طور پر جماعتوں کا کام ہے کہ اچھے ٹیلی ویژن پروگرام بنانے کا روہ پروگرام ہمیں بھجوائیں۔ تو یہ باتیں تو بہت زیادہ کرنے والی ہیں مگر وقت میں دیکھ رہا ہوں، بہت لمبا ہو گیا ہے تو انشاء اللہ کیم جنوری سے خدا کے فضل کے ساتھ یہ پروگرام جاری ہوں گے اور جماعت سے اس کے لئے چندے کے طور پر ایک بھی پیسہ زائد نہیں مانگا جائے گا کیونکہ جماعت نے ابھی بھی بہت قربانی کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی آئندہ سال تک ٹیلی ویژن کے سلسلے میں جماعت پر چندے کا مزید بوجھڈا النامناسب نہیں لیکن اشتہارات کے ذریعہ اگر ہمارے تاجر MTA کی مدد کرنا چاہیں تو یہ ایک نیک کام ہوگا۔ یہ کوئی بوجھ نہیں ہے بلکہ مختلف علاقوں کے اشتہارات، مختلف علاقوں کے لوگ دے سکتے ہیں اور آپ کو اگر یورپ اور ایشیا میں دچپسی ہے تو اس کے الگ اشتہار کے دام ہوں گے۔ یورپ اور امریکہ میں دچپسی ہو تو اس کے الگ اشتہار کے دام ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ہم تھوڑے دام چارج کریں گے، باقیوں کی نسبت بہت کم لیکن اگر یہ رجحان شروع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمارے روزمرہ کے بڑھتے ہوئے اخراجات اسی سے پورے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين۔ السلام علیکم۔